تاریخ
اور
شہریت

ساتویں جماعت

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/(پر۔نمبر۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مورّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کی گئی رابطہ کار کمیٹی کی نشست مورّخہ ۳/مارچ ۲۰۱۷ء میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

تاریخ اور شہریت

ساتویں جماعت

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ۔

بازو میں دیا ہوا 'کیو-آر کوڈ' نیز اس کتاب میں دیگر مقامات پر دیے ہوئے 'کیو-آر کوڈ' اسمارٹ فون کے ذریعے اسکین کیے جاسکتے ہیں۔ اسکین کرنے پر ہمیں اس درسی کتاب کی درس و تدریس کے لیے مفید لنک/لنکس (URL) دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن : 2017

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴۱۱۰۰۴
اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

مضمون تاریخ کمیٹی

- ڈاکٹر سدانند مورے، صدر
- شری موہن شیٹے، رکن
- شری پانڈورنگ بلکوڑے، رکن
- ڈاکٹر ابھی رام دکشت، رکن
- شری بال کرشن چوپڑے، رکن
- شری پرشانت سرؤڈکر، رکن
- شری موگل جادھو، رکن سکریٹری

مضمون شہریت کمیٹی :

- ڈاکٹر شری کانت پرانچپے، صدر
- پروفیسر سادھنا کلکرنی، رکن
- ڈاکٹر موہن کاشیکر، رکن
- شری وَیجناتھ کالے، رکن
- شری موگل جادھو، رکن-سکریٹری

مدعوئین :

- ڈاکٹر سومناتھ روڈے
- ڈاکٹر گنیش راوت

مضمون تاریخ اور شہریت کا اسٹڈی گروپ :

- شری راہل پربھو
- شری سنجے وزریکر
- شری سبھاش راٹھوڑ
- شریمتی سُنیتا دلوی
- پروفیسر شیوانی لیمے
- شری بھاؤصاحب اُماٹے
- ڈاکٹر ناگناتھ ایولے
- شری سدانند ڈونگرے
- شری رویندر پاٹل
- شری وِکرم اڑسول
- شریمتی روپالی گرکر
- ڈاکٹر میناکشی اُپادھیائے
- شریمتی کانچن کیتکر
- شریمتی شیوکنیا پٹوے
- ڈاکٹر انیل سنگارے
- ڈاکٹر راؤصاحب شیلکے
- شری مریاچندن شیوے
- شری سنتوش شندے
- ڈاکٹر ستیش چاپلے
- شری وِشال کلکرنی
- شری شیکھر پاٹل
- شری سنجے مہتا
- شری رام داس ٹھاکر
- اجیت آپٹے
- ڈاکٹر موہن کھڑسے
- شریمتی شیوکنیا کدریکر
- شری گوتم ڈانگے
- ڈاکٹر وَینکٹیش کھرات
- شری رویندر جندے
- ڈاکٹر پربھاکر لونڈھے

مترجمین :

- جناب خان حسنین عاقب
- جناب مشتاق بوبجکر
- جناب محمد حسن فاروقی

رابطہ کار مراٹھی :

شری موگل جادھو، اسپیشل آفیسر، تاریخ وشہریت
شریمتی ورشا سرودے، سبجیکٹ اسسٹنٹ، تاریخ وشہریت
بال بھارتی، پونہ

Co-ordinator (Urdu) :
Khan Navedul Haque Inamul Haque,
Special Officer for Urdu,
M.S. Bureau of Textbooks, Balbharati

Urdu D.T.P. & Layout :
Asif Nisar Sayyed,Yusra Graphics,
305, Somwar Peth, Pune-11.

Cover & Designing :
Shri Devdatt Prakash Balkawde

Cartographer :
Shri Ravikiran Jadhav

Production :
Shri Sachchitanand Aphale,
Chief Production Officer

Shri Prabhakar Parab,
Production Officer

Shri Shashank Kanikdale,
Assistant Production Officer

Paper : 70 GSM Creamvowe

Print Order : N/PB/2017-18/QTY.- 0.25

Printer : M/s. RUNA GRAPHICS, PUNE

Publisher :
Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 25

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک **مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ** بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛

مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،

اور ان سب میں

اُخوّت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سالمیت کا تیقّن ہو؛

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَن گَن مَن - اَدِھ نایَک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگْیَہ وِدَھاتا۔

پَنْجاب ، سِنْدھ ، گُجرات ، مَراٹھا
دراوِڑ ، اُتکَل ، بَنگ ،

وِنْدھیہ ، ہِماچَل ، یَمُنا ، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگ،

تَوشُبھ نامے جاگے، تَوشُبھ آ شِس ماگے،
گاہے تَوجَیَہ گاتھا،

جَن گَن منگل دَایَک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگْیَہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے ، جَیَہ ہے ، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔سب بھارتی میرے بھائی اوربہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اورمَیں اس کے عظیم و گوناگوں وِرثے پر فخرمحسوس کرتا ہوں۔مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اورخوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

آپ نے تیسری سے پانچویں جماعت تک مضمون تاریخ وشہریت 'ماحولیات کا مطالعہ - حصہ اوّل' اور 'ماحولیات کا مطالعہ- حصہ دوم' کے عنوانات کے تحت پڑھا ہے۔ چھٹی جماعت سے تاریخ اور شہریت کو نصاب میں آزادانہ مضمون کی حیثیت دی گئی ہے۔ چھٹی جماعت سے ان دونوں مضامین کو ایک ہی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ساتویں جماعت کی کتاب آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرت ہورہی ہے۔

ہم نے اس کتاب کو اس مقصد کے تحت تیار کیا ہے کہ آپ اس مضمون کو صحیح طور پر سمجھ سکیں، یہ آپ کو پُر لطف محسوس ہو اور آپ کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے تحریک حاصل ہوسکے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کتاب کے ذریعے آپ کو علم کے ساتھ ساتھ مسرت بھی حاصل ہو جس کے لیے کتاب میں رنگین تصویریں اور نقشے بھی دیے گئے ہیں۔ درسی کتاب کے ہر سبق کا بغور مطالعہ کیجیے۔ سبق کا جو حصہ آپ کی سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں اپنے استاد یا سرپرست سے دریافت کرکے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ چوکونوں میں دیا ہوا مواد آپ کے علم میں اضافہ ہی کرے گا۔ اگر آپ تاریخ کو ایک دلچسپ مضمون سمجھ کر پڑھیں گے تو یقیناً آپ اس مضمون کو پسند کرنے لگیں گے۔

حصۂ تاریخ میں 'عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ' دی ہوئی ہے۔ عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تشکیل میں مہاراشٹر کے کردار و مقام کو مرکوز رکھتے ہوئے یہ درسی کتاب تیار کی گئی ہے جس کی وجہ سے آپ میں نہ صرف بھارت کا شہری ہونے کا احساس پیدا ہوگا بلکہ اپنے فرائض سے بھی آپ کو واقفیت حاصل ہوگی۔

'شہریت' کے حصے میں بھارت کے دستور کا تعارف کرایا گیا ہے۔ بھارت کے دستور (آئین) کی تیاری کا پس منظر، دستور کی تمہید، دستور کے ذریعے دیے ہوئے بنیادی حقوق اور رہنما اُصولوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ نہایت آسان زبان میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہمارے ملک کا کام کاج دستور، دستوری قوانین اور ضابطوں کے مطابق چلتا ہے۔ آپ کی آموزش کو عمل مرکوز بنانے کے لیے کئی سرگرمیاں دی ہوئی ہیں۔ آپ اگلی جماعت میں اس احساس کے ساتھ ہی داخلہ لینے والے ہیں کہ آپ ملک کے ذمہ دار شہری ہیں اور ملک کا مستقبل سنوارنے والے ہیں۔

تاریخ کے مطالعے سے ہمیں اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں کا علم ہوتا ہے۔ اگر تاریخ کو علمِ شہریت کا ساتھ مل جائے تو ہم بہ آسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ملک اور سماج کے مستقبل کی تشکیل کے لیے ہمیں کون سے فرائض انجام دینے ہیں۔ اسی لیے یہ کتاب مشترکہ مطالعہ کی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔

(ڈاکٹر سنیل مگر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

پونہ۔
تاریخ: 28 مارچ 2017

– اساتذہ کے لیے –

چھٹی جماعت میں آپ مضمون تاریخ وشہریت کی درسی کتاب پڑھ چکے ہیں۔اسی مضمون کی ساتویں جماعت کی درسی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

تاریخ کی اس پیشکش کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مہاراشٹر مرکوز ہے۔گو کہ ہمارا علاقہ بھارتی وفاق کا حصہ ہے لیکن تاریخ کے مطالعہ کے دوران اگر بھارت کی تاریخ میں مہاراشٹر کا مقام، کردار اور خدمات مدِنظر رکھی جائیں تو طلبہ کے قومی جذبات مزید پختہ ہوں گے۔ وہ اس بات کو بھی سمجھ سکیں گے کہ ملک کے تئیں ان کے اسلاف اور بزرگوں نے کیا کِیا ہے جس کی وجہ سے ان میں اپنی قومی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس بیدار ہوگا۔

اس حوالے سے سترھویں صدی میں شیوا جی مہاراج کے ذریعے سوراج کا قیام ایک اہم واقعہ ہے۔سوراج کے قیام کا تجزیہ کرنے کے لیے شیوا جی مہاراج کے عروج سے قبل بھارت اور مہاراشٹر کے حالات سے واقفیت ضروری ہے۔اسی منصوبے کے تحت اس کتاب میں تاریخ پیش کی گئی ہے۔اس کتاب میں یہ بحث بھی کی گئی ہے کہ شیوا جی مہاراج کی موت کے بعد سوراج پر جنوب کی طرف سے کس طرح حملے ہوئے نیز مہاراشٹر نے ان حملوں کا جواب کیسے دیا اور کس طرح سوراج کی حفاظت کی۔ ان حملوں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے مراٹھوں نے مہاراشٹر کی حدود سے باہر نکل کر بھارت کے زیادہ تر حصوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کتاب کا اگلا حصہ ہے سوراج سے سامراج کی طرف۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ انگریزوں نے بھارت پر قبضہ کرلیا اور حکومت کی لیکن یہ سمجھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ مہاراشٹر انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے میں کس طرح پیش پیش رہا۔ انگریزوں کا مقابلہ مراٹھوں سے تھا اور انھوں نے مراٹھوں سے لڑکر ہی بھارت پر قبضہ کیا۔ یہ معلومات حاصل کرنا ہماری اہلیت اور فرض کے لیے ضروری ہے۔ درس و تدریس کے دوران طلبہ کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا متوقع ہے۔ درسی کتاب کے اس مقصد کو تصویری شکل میں سرورق پر مراٹھا اقتدار کی توسیع دِکھانے کے لیے بھارت کے نقشے کا استعمال کیا گیا ہے۔

شہریت کے حصے میں بھارت کے دستور یعنی آئین کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس مضمون کی تدریس ایک ہی تعلیمی سال میں ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اسے دو جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ساتویں جماعت میں دستور کی ضرورت، دستوری قدریں، تمہید، بنیادی حقوق، فرائض اور رہنما اُصولوں سے متعلق مواد کی شمولیت پر زور دیا گیا ہے۔ دستور میں حکومتی نظام کی نوعیت اور اس پر مبنی سیاسی عمل کا مطالعہ آٹھویں جماعت میں کرنا ہے۔اس لحاظ سے ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کی شہریت کی درسی کتابیں ایک دوسرے کا تکملہ ہیں۔طلبہ کی آسان فہمائش کے مدِنظر ہی ان کتابوں کے مواد کی پیشکش کی گئی ہے۔مواد کی یہ پیشکش تنوّع سے بھرپور ہے اور تشکیلِ علم کے نظریے پر مبنی ہے لیکن اس سے بھی کچھ آگے جا کر سیاسی نظام سے متعلق بدگمانیاں دور کرکے طلبہ کو سماج کی ایک اہم اکائی بنانے کو ترجیح دی گئی ہے۔مواد کی پیشکش انتہائی سہل اور سادہ زبان میں کی گئی ہے جس کی وجہ سے طلبہ کتاب کو پڑھنے میں دلچسپی لیں گے۔

اساتذہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کتاب کی تدریس کے وقت اخبارات، ٹیلی ویژن کی خبریں، محققین کے جائزے وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے طلبہ میں ہمہ جہت نظریہ پروان چڑھانے میں مدد کریں گے۔ اگر تاریخ اور شہریت کی درس و تدریس موجودہ حالات کے تناظر میں کی جائے تو نہ صرف یہ آموزش معنی خیز ہوگی بلکہ طلبہ کو خود میں مختلف قدروں کو فروغ دینے میں بھی معاونت کرے گی۔

فہرست

عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ

نمبر شمار	سبق کا نام	صفحہ نمبر
۱۔	تاریخ کے ماخذ	۱
۲۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا بھارت	۵
۳۔	مذہبی ہم آہنگی	۱۱
۴۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا مہاراشٹر	۱۴
۵۔	سوراج کا قیام	۱۹
۶۔	مغلوں سے لڑائی	۲۴
۷۔	سوراج کا انتظام	۲۹
۸۔	مثالی حکمراں	۳۳
۹۔	مراٹھوں کی جنگِ آزادی	۳۷
۱۰۔	مراٹھا حکومت کی توسیع	۴۴
۱۱۔	وطن کے محافظ مراٹھے	۴۷
۱۲۔	سامراج کی پیش قدمی	۵۳
۱۳۔	مہاراشٹر کی سماجی زندگی	۵۷

S.O.I. Note : The following foot notes are applicable : (1) © Government of India, Copyright : 2017. (2) The responsibility for the correctness of internal details rests with the publisher. (3) The territorial waters of India extend into the sea to a distance of twelve nautical miles measured from the appropriate base line. (4) The administrative headquarters of Chandigarh, Haryana and Punjab are at Chandigarh. (5) The interstate boundaries amongst Arunachal Pradesh, Assam and Meghalaya shown on this map are as interpreted from the "North-Eastern Areas (Reorganisation) Act. 1971," but have yet to be verified. (6) The external boundaries and coastlines of India agree with the Record/Master Copy certified by Survey of India. (7) The state boundaries between Uttarakhand & Uttar Pradesh, Bihar & Jharkhand and Chattisgarh & Madhya Pradesh have not been verified by the Governments concerned. (8) The spellings of names in this map, have been taken from various sources.

متوقع صلاحیتیں

نمبر شمار	اکائی	صلاحیتیں
۱۔	تاریخ کے ماخذ	- عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ کے ماخذ کو پہچاننا۔ - تاریخی ماخذ کی جماعت بندی کرنا۔ - تاریخ نویسی میں تاریخی ماخذ کی اہمیت کو پہچاننا۔ - تاریخی ماخذ کے تحفظ کی کوشش کرنا۔
۲۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا بھارت	- شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد میں بھارت کی مختلف حکومتوں کے سماجی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کو بیان کرنا۔ - مہاراشٹر پر مغلیہ عہد کے واقعات کے اثرات کا تجزیہ کرنا۔
۳۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا مہاراشٹر	- شیواجی مہاراج کے عہد سے قبل کی سماجی زندگی کی وضاحت کرنا۔ - عادل شاہی اور نظام شاہی عہد کے مختلف تاریخی واقعات کی وضاحت کرنا۔ - شیواجی مہاراج کے عہد سے قبل کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا تجزیہ کرنا۔
۴۔	سوراج کا قیام	- سنتوں کی تعلیمات میں یکسانیت تلاش کرنا۔ - ان حالات کا باریک بینی سے تجزیہ کرنا جو سوراج کے قیام کا سبب بنے۔ - قلعوں/تاریخی عمارتوں کا دورہ کر کے ان سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔ - انٹرنیٹ کی مدد سے قلعوں کی معلومات حاصل کرنا۔ - تاریخی ورثے کے تحفظ ونگہداشت کی کوشش کرنا۔ - جاؤلی کی فتح کی تاریخی اہمیت کو سمجھنا۔ - یہ احساس پیدا کرنا کہ شیواجی مہاراج کے ساتھی ان پر جان چھڑکتے تھے۔
۵۔	مغلوں سے لڑائی	- شیواجی مہاراج کی جنگی حکمتِ عملی کا مطالعہ کرنا۔ - مراٹھوں اور مغلوں کی باہمی کشمکش کا باریک بینی سے مطالعہ کرنا۔ - مشکل حالات میں شیواجی مہاراج کی قوتِ فیصلہ اور ہمت کی مطالعاتی وضاحت کرنا۔
۶۔	شیواجی مہاراج کی تاجپوشی	- شیواجی مہاراج کی تاجپوشی کے پس پشت موجود اسباب کی وضاحت کرنا۔ - جنوب کی ہمہ گیر فتح کے بعد نقشے کی مدد سے سوراج کی توسیع کی وضاحت کرنا۔
۷۔	مثالی حکمراں	- عوام کی فلاح و بہبود پر مبنی سوراج کے انتظامِ حکومت کی معلومات بیان کرنا۔ - چھترپتی شیواجی مہاراج کے نظم ونسق اور فوجی انتظام کی وضاحت کرنا۔ - شیواجی مہاراج کے ہم عصر حکمرانوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس حوالے سے چھترپتی کی انفرادیت کو سمجھنا۔ - چھترپتی شیواجی مہاراج کے کردار سے ترغیب حاصل کرنا۔ - قلعوں کا مناسب نمونہ تیار کرنا۔
۸۔	آزادی کی لڑائی	- چھترپتی شیواجی مہاراج کی موت کے بعد مراٹھوں کی بدلتی حکومتی پالیسوں کی وضاحت کرنا۔ - ناموافق حالات میں بھی مراٹھوں نے اقتدار برقرار رکھا، اس کا علم رکھنا۔ - چھترپتی راجارام مہاراج کو راجدھانی جنجی منتقل کرنا پڑی اس کا مطالعہ کرنا۔ - مہارانی تارابائی کے کاموں کا تجزیہ کرتے ہوئے جائزہ لینا۔
۹۔	پیشواؤں کا عہد اور مراٹھا اقتدار کی توسیع	- مراٹھا اقتدار نے مکمل سطح پر طاقت ور حکومت کے طور پر عروج حاصل کیا اُس عہد کے تاریخی واقعات کی مدد سے اس بات کی وضاحت کرنا۔ - پانی پت کی لڑائی کا تجزیہ کرنا۔ - پیشواؤں کے کارناموں کی معلومات حاصل کرنا۔ - مراٹھا سرداروں کے کارناموں کی اہمیت بیان کرنا۔

۱۔ تاریخ کے ماخذ

گزشتہ برس ہم نے بھارت کے قدیم دَور کا مطالعہ کیا۔اس برس ہم عہدِ وسطیٰ کا مطالعہ کرنے والے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق نویں صدی عیسوی سے اٹھارہویں صدی عیسوی تک کے عہد کو بھارت کی تاریخ کا عہدِ وسطیٰ مانا جاتا ہے۔اس سبق میں ہم عہدِ وسطیٰ کے تاریخی ماخذ کا مطالعہ کریں گے۔

زمانی ترتیب کے لحاظ سے ماضی میں واقع ہونے والے واقعات کے بارے میں تحقیق اور باضابطہ معلومات کو تاریخ کہا جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

لفظ 'تاریخ' کے معنی - کسی چیز کے ظہور کا وقت، کسی عظیم واقعہ کے وقت کا تعین۔زمانہ کا عرصہ۔

شخص، سماج، مقام اور زمانہ ایسے چار عناصر ہیں جو تاریخ کے نقطۂ نظر سے نہایت اہم ہیں۔تاریخ قابلِ اعتبار شہادتوں پر مبنی ہونی چاہیے۔انھی قابلِ اعتبار شہادتوں کو تاریخی ماخذ کہا جاتا ہے۔

ہم ان تاریخی ماخذ کو مادّی (طبعی) ماخذ، تحریری ماخذ اور زبانی ماخذ کے طور پر درجہ بندی کر کے ان کا مطالعہ کریں گے۔اسی طرح ہم ان ماخذ کی قدر پیمائی بھی کریں گے۔

ہم جس تاریخی واقعے کا مطالعہ کرتے ہیں اس واقعے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس سے متعلق بہت سی باتوں پر غور کرنا ہوتا ہے۔اس کے لیے ہمیں تاریخی ماخذ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ہمیں ان تاریخی ماخذ کی تفتیش کر کے ان کی اصلیت کا پتا لگانا پڑتا ہے۔ان ماخذ کا بڑی ہوشیاری اور باریک بینی سے استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مادّی (طبعی) ماخذ :

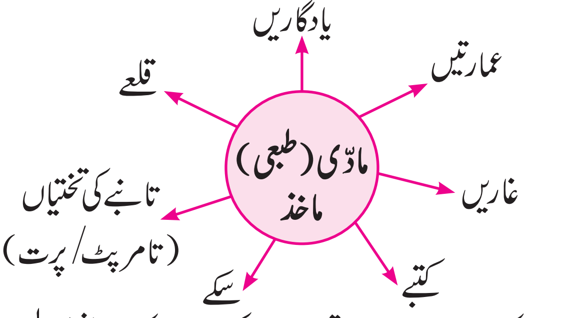

مذکورہ بالا اشیا اور عمارتیں یا اُن کی باقیات کو تاریخ کے طبعی ماخذ کہا جاتا ہے۔

تاریخ کے مادّی (طبعی) ماخذ میں قلعوں کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔قلعوں کی کچھ اہم قسمیں ہیں جیسے پہاڑی قلعے، جنگلاتی قلعے، آبی قلعے اور زمینی قلعے۔اسی طرح یادگاروں میں سمادھیاں، مزارات، مقبرے وغیرہ اور عمارتوں میں شاہی محل، قصرِ وزارت، رانی محل اور عام لوگوں کے گھر شامل ہیں۔ان ماخذ کے مطالعے سے ہمیں اس عہد کی تاریخ کی معلومات حاصل ہوتی ہے،فنِ تعمیر کی ترقی کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس عہد کی معاشی حالت، فنونِ لطیفہ کا معیار، طرزِ تعمیر اور عوام کی طرزِ رہائش کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔

بتایئے تو بھلا!

سکّوں کے ذریعے ہمیں تاریخ کا پتا کیسے چلتا ہے؟

آیئے، جان لیں!

قدیم زمانے سے کوڑی، دمڑی، دھیلا، پائی، پیسا، آنہ، روپیا وغیرہ جیسے سکے رائج رہے ہیں۔ان سکوں کی بنیاد پر کچھ ضرب الامثال، محاورے ہماری زبان میں مستعمل ہیں مثلاً

کوڑی کے کام کا نہیں
چمڑی جائے دمڑی نہ جائے
پائی پائی کا حساب رکھنا
روپیا پیسا ہاتھ کا میل ہے

مقبرے

مختلف حکمرانوں کے دور میں رائج سونے، چاندی اور تانبے کی دھاتوں سے تیار کردہ سکے تاریخ کے ماخذ کے طور پر بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سکوں کے مطالعے سے ہمیں حکمرانوں، ان کے عہدِ حکومت، ان کے نظم و نسق، مذہبی تصوّرات اور شخصی تفصیلات وغیرہ کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اس عہد کے معاشی لین دین، معاشی حالت اور دھاتوں کے علم کے ارتقا کا بھی پتا چلتا ہے۔ مغل شہنشاہ اکبر کے رائج کردہ سکوں پر رام سیتا کی تصویروں یا حیدرعلی کے رائج سکوں پر شیو پاروَتی کی تصویروں سے ہمیں ان حکمرانوں کے عہدِ حکومت میں پائی جانے والی مذہبی ہم آہنگی کا علم ہوتا ہے۔ پیشواؤں کے رائج کردہ سکوں پر عربی یا فارسی زبان کا استعمال ہوتا تھا جس کی وجہ سے ہمیں اس عہد میں رائج زبانوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔

پیشوا عہد کے سکّے

حیدرعلی کے سکّے

کتبے (سنگی تحریریں) یعنی پتھروں یا دیواروں پر کندہ تحریریں مثلاً تنجاور کے بِرہدیشور مندر کے احاطے کی تحریر۔ ہمیں چالوکیہ، راشٹرکوٹ، چول اور یادو حکمرانوں کے عہد کی سنگی تحریریں بھی دریافت ہوئی ہیں۔ سنگی تحریروں کو تاریخ نویسی کا ایک نہایت اہم اور قابلِ اعتبار ماخذ مانا جاتا ہے جس کی وجہ سے زبان، رسم الخط اور سماجی زندگی جیسے اہم معاملات کی تفہیم میں آسانی ہوتی ہے۔

تانبے کی پرت یا پلیٹوں پر کندہ تحریروں کو تامرپٹ (پرت) کہا جاتا ہے۔ تانبے کی ان پرتوں پر شاہی فرمان اور فیصلوں وغیرہ کی معلومات کندہ ہوتی تھیں۔

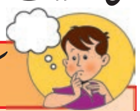

کیا آپ جانتے ہیں؟

چیتیہ (بدھ مندر)، خانقاہیں، مندریں، کلیسا، مساجد، آتش کدے، قلعے، مقبرے، گرودوارے، چھتری، سنگ تراشی، کنویں، زینے دار باولیاں، مینار، فصیل، ملبوسات، ہتھیار، برتن، زیورات، کپڑے، فنکاری کے نمونے، کھلونے، اوزار اور موسیقی کے آلات (ساز) وغیرہ کا شمار تاریخ کے طبعی ماخذ میں ہوتا ہے۔

تحریری ماخذ : عہدِ وسطیٰ کے دیوناگری، عربی، فارسی اور موڑی جیسے رسم الخط زبان کی مختلف شکلوں، بھوج پتروں، پوتھیوں، مذہبی کتابوں، گرنتھوں، شاہی فرمان، سوانح اور تصویروں کی مدد سے ہمیں اس عہد کے اہم تاریخی واقعات کی معلومات ملتی ہے۔ ان کے علاوہ کھانے پینے کی اشیا، عوامی زندگی، لباس، رہن سہن، خیالات و نظریات، تقریبات اور تیج تہواروں کا بھی علم ہوتا ہے۔ ان تمام اشیا کو تاریخ کے تحریری ماخذ کہا جاتا ہے۔

تحریری ماخذ

- ↑ خط و کتابت و مراسلات
- ↑ شجرے
- ↑ شاہی دربار کے روزمرہ کے کام کاج کی دستاویز
- ↓ تذکرے، تواریخ
- ↓ غیرملکی سیاحوں کے سفرنامے
- ↓ گرنتھ سوانح
- ↓ شاہی فرمان، فیصلے

عہدِ وسطیٰ میں غیرملکی سیاح بھارت آئے۔ انھوں نے اپنے سفرنامے تحریر کیے۔ ان سیاحوں میں البیرونی، ابنِ بطوطہ، نکولس، منوچی وغیرہ شامل ہیں۔ بابر کی سوانح، کوی پرمانند کی سنسکرت زبان میں تحریر کردہ شیواجی کی سوانح 'شری شیو بھارت' اسی طرح مختلف حکمرانوں کی سوانح اور ان کی مراسلت اور خط وکتابت کے مطالعے سے ہمیں ان کی حکومتی پالیسیوں، نظم ونسق اور سیاسی تعلقات کا علم ہوتا ہے۔

تواریخ یا تاریخ کے معنی ہوتے ہیں واقعاتی ترتیب۔ البیرونی، ضیاءالدین برنی، مولانا احمد، یحییٰ بن احمد، مرزا حیدر، بھیم سین سکسینہ وغیرہ کی تحریر کردہ تواریخ ہمیں دستیاب ہیں۔

'بکھر' دراصل عربی لفظ 'خبر' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ بکھر مہاراشٹر میں وجود میں آنے والی تاریخ نویسی کی ایک قسم ہے۔ بکھر کے ذریعے ہمیں اُس زمانے کے سیاسی انقلابات، زبان، ثقافتی زندگی، سماجی حالات وغیرہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مراٹھی کے زیادہ تر بکھر چونکہ واقعات گزر جانے کے بہت عرصے بعد لکھے گئے تھے اس لیے ان میں اکثر سنی سنائی معلومات پر زور دیا گیا ہے۔ سبھاسد بکھر، مہیکاوتی بکھر، اکیانوے نکاتی بکھر، چٹنس کی بکھر، بھاؤ صاحب کی بکھر، کھرڈیا کی لڑائی کی بکھر جیسی اہم بکھریں تھیں۔ اس ضمن میں رابرٹ آرم، ایم۔ سی۔ اسپرنگل اور گرانٹ ڈف جیسے معاصر مغربی مؤرخین کی کتابیں بھی اہم ہیں۔

آیئے، عمل کرکے دیکھیں

- پُواڑے اور ادی واسی گیتوں کا ذخیرہ تیار کیجیے۔
- اسکول کی ثقافتی تقریبات میں انھیں پیش کیجیے۔

زبانی ماخذ : عوامی روایات میں نسل درنسل منتقل ہونے والے چکّی کے گیت، لوک گیت، پُواڑے، کہانیاں، دنت کتھا، روایتی حکایات وغیرہ کے ذریعے ہمیں عوامی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس قسم کے ماخذ کو تاریخ کے زبانی ماخذ کہا جاتا ہے۔

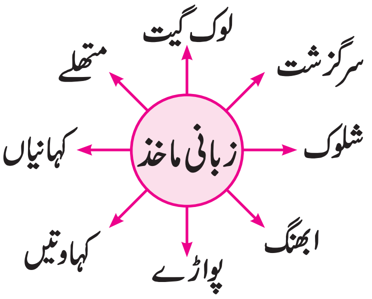

مذکورہ بالا تینوں اقسام کے ماخذ کی بنیاد پر تاریخ تحریر کی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ تحریر کردہ تاریخ میں بھی تحقیق کا کام مسلسل چلتا رہتا ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے نئے ماخذ اور نئی معلومات سامنے آتی ہے۔ ان نئے ماخذ اور نئی معلومات کے مطابق تاریخ کو دوبارہ تحریر کیا جاتا ہے مثلاً ہمیں اپنے دادا دادی، اپنے والدین اور اپنے زمانے کی تاریخ کی کتابوں میں کسی نہ کسی حد تک فرق ملتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

تاناجی پُواڑا : اس پواڑے کے خالق شاعر تلسی داس ہیں۔ اس پواڑے میں سینھ گڑھ کی مہم کا بیان ہے۔ اس میں تاناجی، شیلار ماما، شیواجی مہاراج اور ویرماتا جیجا بائی کے خوبصورت مزاج کی عکاسی ہے۔ مذکورہ پواڑے کا کچھ حصہ یہاں دیا گیا ہے۔

ماما بولا یا تولاگ لا، اینشی ورشا چا مہاترا
لگن راہی لے رائباچے، تو مجلا سانگاوی
ماجھیا تاناجی صوبیدارا، جے گے لے سینھ گڑھالا
تیاچے پاٹھی رے پاہی لے، ناہی پُڑھارے یاہی لے
جیانے آنبارے کھائیلا، باٹھانُجر الاویلا
تیاچے جھاڑ ہواونی آنبے باندھ لے
قلّا ہاتی ناہی آرا۔
سینھ گڑھ قلیاچی وارتا
کاڑھونکوتاناجی صوبیدار
جے گے لے سینھ گڑھالا تے مرون شانی گے لے
تُجا سپاٹا ہوا اِل، اسے بولوں نکورے ماما
آمھی سورمرد چھتری، ناہی بھینار مرنالا

کچھ تو کہیے!

تاریخی ماخذ کی نگہداشت اور تحفّظ کی تدابیر تجویز کیجیے۔

تاریخی ماخذ کی قدر پیمائی : مذکورہ بالا تمام تاریخی ماخذ کو استعمال کرنے سے پہلے کچھ احتیاطی تدابیر لازمی ہوتی ہیں۔ یہ ماخذ معتبر ہیں یا نہیں اس کے بارے میں ہمیں چھان پھٹک کرنا ہوتا ہے۔ ان ماخذ میں اصل اور نقل کے فرق کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔ ان میں شامل مواد کے مطابق، ان کا معیار طے کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ نویس کی صداقت، اس کے ذاتی مفادات پر مبنی تعلقات، عہد، سیاسی دباؤ جیسے عوامل کا مطالعہ بھی لازمی ہوتا ہے۔

اس بات کو بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ حاصل کردہ معلومات سنی سنائی ہے یا تاریخ نویس نے خود اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا ہے۔ تحریر میں مبالغہ آرائی اور تصنع پر بھی غور کرنا پڑتا ہے۔ اس معلومات کا اسی عہد کے دوسرے ماخذ سے موازنہ کرنا پڑتا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حاصل کی ہوئی معلومات یکطرفہ، غیر متعلق یا مبالغہ آمیز ہو اس لیے اس معلومات کا استعمال نہایت باریک بینی اور صحت کے ساتھ کرنا پڑتا ہے۔ ہمیشہ جانچ پڑتال کرنے کے بعد ہی ان ماخذ کا استعمال کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ تاریخ لکھنے کے دوران تاریخ نویس کی غیر جانب داری اور مستقل مزاجی بہت اہم ہوتی ہے۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل خانوں میں چھپے ہوئے تاریخی ماخذ کے نام تلاش کر کے لکھیے۔

م	س	ج	د	ش	ب	ر	ت	ن	ع
ق	ل	ی	ن	ز	پ	ط	ا	م	ج
ب	گ	ی	ت	ص	و	ی	ر	ی	ں
ر	ن	پ	ک	ہ	ا	ن	ی	ا	ن
ے	ب	س	تھ	ڑ	ط	ر	خ	د	ع
ب	ل	ب	ا	س	ے	ک	پ	ڑ	ے

(۲) آیئے، لکھیں :

۱۔ یادگاروں میں کن اشیا کا شمار ہوتا ہے؟

۲۔ تواریخ سے کیا مراد ہے؟

۳۔ تاریخ نویسی کے دوران مؤرّخ کے کون سے پہلو اہم ہوتے ہیں؟

(۳) گروہ سے الگ لفظ تلاش کر کے لکھیے :

۱۔ مادّی (طبعی) ماخذ ، تحریری ماخذ ، غیر تحریری ماخذ، زبانی ماخذ

۲۔ یادگاریں ، سکے ، غار ، کہانیاں

۳۔ بھوج پتر ، مندر ، گرنتھ ، تصویریں

۴۔ اشعار ، تواریخ ، کہانیاں ، روایتی حکایات

(۴) وضاحت کیجیے :

۱۔ مادّی (طبعی) ماخذ

۲۔ تحریری ماخذ

۳۔ زبانی ماخذ

(۵) کیا تاریخی ماخذ کی قدر پیمائی ضروری ہوتی ہے؟ اپنی رائے دیجیے۔

(٦) اپنی رائے لکھیے :

۱۔ کتبوں کو تاریخ نویسی کا قابلِ اعتبار ماخذ مانا جاتا ہے۔

۲۔ زبانی ماخذ کی بنیاد پر عوامی زندگی کے مختلف پہلو سمجھے جاسکتے ہیں۔

سرگرمی :

۱۔ اپنے قریبی میوزیم کا دورہ کیجیے۔ آپ جس تاریخی عہد کا مطالعہ کررہے ہیں اس کے ماخذ سے متعلق معلومات حاصل کرکے اپنی بیاض میں اس کا اندراج کیجیے۔

***

اس سبق میں ہم شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد میں بھارت کی مختلف حکومتوں کا مطالعہ کریں گے۔ اس عہد میں بھارت میں مختلف حکومتیں موجود تھیں۔

آٹھویں صدی عیسوی میں 'پال' بنگال کا مشہور حکمراں خاندان تھا۔ وسطی ہند میں گرجر- پرتہار حکومت نے آندھرا، کلنگ، وِدربھ، مغربی کاٹھے واڑ، قنوج اور گجرات تک وسعت حاصل کرلی تھی۔

شمالی ہند کے راجپوت خاندانوں میں گڑھوال اور پرمار اہم حکمراں خاندان تھے۔ راجپوتوں کے چوہان خاندان میں پرتھوی راج چوہان نہایت بہادر راجا ہوگزرے ہیں۔ ترائی کی پہلی لڑائی میں پرتھوی راج چوہان نے محمد غوری کو شکست دی لیکن ترائی کی دوسری لڑائی میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دے دی۔

تامل ناڈو کے چول خاندان کے راجاؤں میں راج راج اوّل اور راجندر اوّل اہم تھے۔ چول راجاؤں نے بحری بیڑے کے بل بوتے پر جزائر مالدیپ اور سری لنکا پر فتح حاصل کی تھی۔ کرناٹک کے ہوئیسل خاندان کے وشنو وردھن نامی راجا نے پورا کرناٹک فتح کرلیا تھا۔

مہاراشٹر کے راشٹرکوٹ خاندان کے راجا گووند سوم کے دورِ حکومت میں اس خاندان کی حکومت قنوج سے رامیشور تک پھیل چکی تھی۔ اس کے بعد کرشن سوم نے الہ آباد تک کا علاقہ جیت لیا تھا۔ شیلاہاروں کے تین خاندانوں کو مہاراشٹر میں عروج حاصل ہوا۔ پہلا خاندان شمالی کوکن میں تھانہ اور رائے گڑھ، دوسرا خاندان جنوبی کوکن اور تیسرا خاندان کولھاپور، ستارا، سانگلی اور بیلگام ضلع کے کچھ حصوں پر حکمرانی کرتا تھا۔

شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد میں آخری پُرشکوہ حکومت مہاراشٹر کے یادوؤں کی تھی۔ اورنگ آباد سے قریب دیوگری یادو خاندان کے راجا بھلّم پنجم کی راجدھانی تھی۔ انھوں نے کرشنا ندی کے پرے اپنی حکومت کو توسیع دی۔ یادو خاندان کا دورِ حکومت مراٹھی زبان و ادب کا سنہرا دور مانا جاتا ہے۔ اس دور میں مہاراشٹر میں مہانو بھاؤ اور وارکری فرقوں کو عروج حاصل ہوا۔

شمال مغربی جانب سے حملے :

مہاراشٹر میں راشٹرکوٹ اور یادو جیسے مقامی خاندانوں کی حکومت تھی لیکن شمال مغربی جانب سے آنے والے حملہ آوروں نے مقامی حکومتوں کو جیت کر اپنا اقتدار قائم کیا۔

درمیانی زمانے میں وسط ایشیا میں عربوں کی حکومت قائم ہوئی۔ حکومت کی توسیع کے لیے عربوں نے بھارت کا رُخ کیا۔ آٹھویں صدی میں عرب سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ وہاں کے راجا داہر کو شکست دے کر انھوں نے سندھ فتح کرلیا۔ اس حملے کی بنا پر پہلی مرتبہ عربوں کا بھارت سے سیاسی واسطہ پڑا۔ اس کے بعد کے زمانے میں ایشیا کے ترک، افغان، مغل بھارت آئے اور انھوں نے بھارت میں اپنا اقتدار قائم کیا۔

گیارہویں صدی عیسوی میں بھارت پر ترکوں نے حملے کرنا شروع کیے۔ وہ اپنے اقتدار کو بڑھاتے ہوئے بھارت کی شمال مغربی سرحد تک پہنچ گئے۔ غزنی کے سلطان محمود نے بھارت پر کئی حملے کیے۔ ان حملوں میں انھیں متھرا، ورنداون، قنوج اور سومناتھ کے خوش حال منادر سے بڑی دولت ہاتھ آئی جسے وہ اپنے ساتھ لے گئے۔

شمالی ہند کی سلطان شاہی :

۱۱۷۵ء اور ۱۱۷۸ء میں افغانستان کے علاقے غور کے سلطان محمد غوری نے بھارت پر حملے کیے۔ بھارت کے فتح کیے ہوئے علاقوں کی دیکھ بھال کے لیے انھوں نے قطب الدین ایبک کا تقرر کیا۔ ۱۲۰۶ء میں محمد غوری کے انتقال کے بعد قطب الدین ایبک نے اپنے زیر اثر علاقوں کے معاملات کی دیکھ بھال آزادانہ طور پر کرنا شروع کردی۔ ایبک جو بنیادی طور پر غلام تھے، دہلی کے بادشاہ بن بیٹھے۔ ۱۲۱۰ء میں قطب الدین ایبک کا

انتقال ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

قطب الدین ایبک کے بعد شمس الدین التمش، رضیہ سلطانہ، غیاث الدین بلبن، علاء الدین خلجی، محمد تغلق، فیروز تغلق، ابراہیم لودھی وغیرہ سلاطین نے بھارت پر حکومت کی۔

ابراہیم لودھی آخری سلطان تھے۔ ان کی تنگ مزاجی کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کے دشمن بن بیٹھے۔ پنجاب کے صوبیدار دولت خان لودھی نے کابل کے مغل حکمراں بابر کو ابراہیم لودھی کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ اس لڑائی میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی اور اسی کے ساتھ بھارت میں عہدِ سلاطین کا خاتمہ ہوگیا۔

وجے نگر کی حکومت :

دہلی کے سلطان محمد تغلق کے دَورِ حکومت میں دہلی کے مرکزی اقتدار کے خلاف جنوب میں بغاوت بلند ہوئی جس کی بنا پر وجے نگر اور بہمنی کی دو طاقتور حکومتوں کو عروج حاصل ہوا۔ جنوبی ہند کے دو بھائی ہری ہر اور بُکّا دہلی کے سلطان کے دربار میں سردار تھے۔ انھوں نے محمد تغلق کے دور میں جنوب میں سیاسی بدنظمی اور کمزوری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ۱۳۳۶ء میں وجے نگر کی حکومت قائم کی۔ موجودہ کرناٹک کا شہر 'ہمپی' وجے نگر حکومت کی راجدھانی تھا۔ ہری ہر وجے نگر کے پہلے راجا تھے۔ ہری ہر کے بعد ان کے بھائی بُکّا راجا بنے۔ بُکّا نے رامیشور تک کا علاقہ اپنے زیرِاقتدار کیا۔

کرشن دیورائے :

کرشن دیورائے ۱۵۰۹ء میں وجے نگر کے تخت پر بیٹھے۔ انھوں نے وجے واڑا اور راج مہندری کے علاقے جیت کر اپنی حکومت میں شامل کیے۔ بہمنی سلطان محمود شاہ کی قیادت میں یکجا ہونے والی سلطانی فوج کو انھوں نے شکست دی۔ کرشن دیورائے کے دورِ حکومت میں وجے نگر کی حکومت مشرق میں کٹک سے لے کر مغرب میں گوا تک اور شمال میں رائچور دوآبہ سے لے کر جنوب میں بحرِ ہند تک پھیلی ہوئی تھی۔ کرشن دیورائے کا انتقال ۱۵۳۰ء میں ہوا۔

کرشن دیورائے

کرشن دیورائے عالم تھے۔ انھوں نے تیلگو زبان میں سیاسی موضوع پر 'آمکتہ مالیہ دا' نامی کتاب لکھی۔ ان کے دورِ حکومت میں وجے نگر میں ایک ہزار رام مندر اور وِٹھل مندر تعمیر کیے گئے تھے۔

کرشن دیورائے کے انتقال کے بعد وجے نگر کی حکومت زوال پذیر ہوگئی۔ موجودہ ریاست کرناٹک کے تالی کوٹ میں ایک طرف عادل شاہی، نظام شاہی، قطب شاہی، برید شاہی اور دوسری طرف وجے نگر کے راجا رام رائے کے درمیان ۱۵۶۵ء میں لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں راجا رام رائے کو شکست ہوئی۔ اسی کے ساتھ وجے نگر کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

بہمنی سلطنت :

محمد تغلق کی بالادستی کو ختم کرنے کے لیے جنوبی بھارت کے سرداروں نے بغاوت کی۔ ان سرداروں کے قائد حسن گنگو نے دہلی کی شاہی فوج کو شکست دی۔ ۱۳۴۷ء میں نئی حکومت وجود میں آئی۔ اس نئی حکومت کو بہمنی سلطنت کہا جاتا ہے۔ حسن گنگو اس بہمنی سلطنت کے پہلے سلطان تھے۔ انھوں نے کرناٹک کے گلبرگہ کو اپنی راجدھانی بنایا۔

محمود گاواں :

محمود گاواں بہمنی سلطنت کے وزیرِاعظم اور بہترین منتظم تھے۔ انھوں نے بہمنی سلطنت کو معاشی طور پر خوش حال بنایا۔

فوجیوں کو جاگیرداری کے بجائے نقد تنخواہ دینے کی ابتدا انھوں نے ہی کی۔فوج میں نظم وضبط پیدا کیا۔زمینوں کے محصولات کے انتظام میں اصلاح کی۔ بیدر میں عربی اور فارسی علوم کے مطالعے کے لیے مدارس قائم کیے۔

محمود گاواں کے بعد بہمنی سلطنت کے سرداروں میں گروہ بندی بڑھنے لگی۔بہمنی سلطنت اور وجے نگر کی حکومت کے درمیان ہونے والے تصادم کے برے اثرات مرتب ہوئے۔مختلف علاقوں کے افسران خودمختار ہوتے چلے گئے۔بہمنی سلطنت تقسیم ہوتی چلی گئی۔ یہ سلطنت برار کی عماد شاہی، بیدر کی برید شاہی، بیجاپور کی عادل شاہی، احمدنگر کی نظام شاہی اور گولکنڈہ کی قطب شاہی ان پانچ ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

مغل حکومت :

۱۵۲۶ء میں دہلی میں عہدِ سلاطین کا خاتمہ ہوگیا۔ وہاں مغلیہ حکومت کی بنیاد پڑی۔

بابر : ظہیرالدین محمد بابر مغل حکومت کے بانی تھے۔وہ وسطی ایشیا میں موجودہ ازبکستان کے فرغانہ نامی ریاست کے حکمراں تھے۔ بھارت کی بے پناہ دولت کے بارے میں انھوں نے سن رکھا تھا اس لیے انھوں نے بھارت پر حملے کا منصوبہ بنایا۔

اس وقت دہلی پر ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔عہدِ سلاطین میں دولت خان، پنجاب کے علاقے کے حاکمِ اعلیٰ تھے۔ابراہیم لودھی اور دولت خان میں نااتفاقی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے دولت خان نے بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بابر نے بھارت پر حملہ کردیا۔بابر کا مقابلہ کرنے کے لیے ابراہیم لودھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلے۔ ۲۱/اپریل ۱۵۲۶ء کو دونوں کے درمیان پانی پت کے مقام پر جنگ ہوئی۔اس جنگ میں بابر نے بھارت میں سب سے پہلے توپ خانے کا مؤثر استعمال کیا۔انھوں نے ابراہیم لودھی کی فوج کو شکست دے دی۔اسی کو پانی پت کی پہلی لڑائی کہا جاتا ہے۔

اس لڑائی کے بعد میواڑ کے رانا سانگا نے راجپوتوں کو متحد کیا۔بابر اور رانا سانگا کے درمیان کھانُوا کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں بابر نے توپ خانے اور ان کی محفوظ فوج نے متاثر کن کارنامہ انجام دیا۔ رانا سانگا کی فوج کو شکست ہوئی۔ ۱۵۳۰ء میں بابر کا انتقال ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بابر کے بعد ہمایوں (۱۵۳۰ء سے ۱۵۳۹ء اور ۱۵۵۵ء سے ۱۵۵۶ء) تخت نشین ہوئے۔ ہمایوں کو شیر شاہ سوری نے شکست دی اور دہلی کے تخت پر سوری خاندان کی حکومت قائم کی۔ ہمایوں کے بعد اکبر (۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء) تخت نشین ہوئے۔ اکبر اور ہیمو کے درمیان پانی پت کے میدان میں ۱۵۵۶ء میں لڑائی ہوئی۔ اسے پانی پت کی دوسری لڑائی کہا جاتا ہے۔اکبر کی بڑی خواہش تھی کہ پورے بھارت کو ایک ہی عمل داری کے تحت لایا جائے۔اکبر کے بعد جہانگیر (۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۸ء) شہنشاہ بنے۔ان کے عہدِ حکومت میں ان کی ملکہ نور جہاں نے مؤثر کارہائے نمایاں انجام دیے۔جہانگیر کے بعد شاہ جہاں (۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء) شہنشاہ بنے۔شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب (۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء) طویل عرصے تک شہنشاہ رہے۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلیہ حکومت زوال پذیر ہوگئی۔

اکبر مغل خاندان کے سب سے زیادہ قابل اور باصلاحیت بادشاہ تھے۔اکبر نے پورے بھارت کو ایک ہی عمل داری کے تحت لانے کی کوشش کی۔اس وقت ان کی مخالفت کی گئی۔رانا پرتاپ، چاند بی بی، رانی درگاوتی وغیرہ نے اکبر کے خلاف جو لڑائیاں چھیڑیں وہ قابلِ ذکر ہیں۔

مہارانا پرتاپ : اُدے سنگھ کی موت کے بعد مہارانا پرتاپ میواڑ کی گدّی پر بیٹھے۔اپنی حکومت (میواڑ) کی بقا کے لیے

رانا پرتاپ

انھوں نے مسلسل جدوجہد جاری رکھی۔ اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لیے وہ آخر دم تک اکبر سے لڑتے رہے۔ اپنی بہادری، شجاعت، خودداری اور ایثار جیسے اوصاف کی بدولت وہ تاریخ میں امر ہوگئے۔

چاند بی بی : ۱۵۹۵ء میں مغلوں نے نظام شاہی کی راجدھانی احمد نگر پر حملہ کیا۔ مغل فوج نے احمد نگر کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ احمد نگر کے حسین نظام شاہ کی بہادر بیٹی چاند بی بی نے نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے احمد نگر کے قلعے کی حفاظت کی۔ اسی دوران نظام شاہی سرداروں میں نااتفاقی پیدا ہوگئی۔ اس نااتفاقی کی وجہ سے انجام کار چاند بی بی کو قتل کردیا گیا۔ چاند بی بی کے قتل کے بعد مغلوں نے احمد نگر کا قلعہ فتح کرلیا۔ لیکن وہ مکمل نظام شاہی سلطنت پر قبضہ نہ جما سکے۔

چاند بی بی

رانی دُرگاوَتی : وِدربھ کا مشرقی حصہ، اس کے شمال میں مدھیہ پردیش کا حصہ، موجودہ چھتیس گڑھ کا مغربی حصہ، آندھرا پردیش کا شمالی حصہ اور اوڈیشا کا مغربی حصہ گونڈوَن کا توسیعی علاقہ تھا۔ راجپوتوں کے چندیل خاندان میں پیدا ہونے والی درگاوتی شادی کے بعد گونڈوَن کی رانی بنیں۔ انھوں نے عمدہ طریقے سے حکمرانی کی۔ عہدِ وسطیٰ کی تاریخ میں مغلوں کے خلاف رانی درگاوتی کی جنگ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اپنے شوہر کی موت کے بعد درگاوتی نے مغلوں سے لڑتے ہوئے اپنی جان دے دی لیکن ان کی پناہ میں جانا گوارا نہیں کیا۔

رانا درگاوتی

اورنگ زیب : ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب بادشاہ بنے۔ اس وقت مغلیہ حکومت شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب میں احمد نگر تک اور مغرب میں کابل سے لے کر مشرق میں بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد میں مشرقی جانب کے آسام، جنوبی جانب کی بیجاپور کی عادل شاہی اور گولکنڈہ کی قطب شاہی کا خاتمہ کرکے ان علاقوں کو اپنی حکومت میں ضم کرلیا تھا۔

اورنگ زیب

آہوموں کی لڑائی : تیرھویں صدی عیسوی میں شان نامی فرقے کے لوگ برہمپتر ندی کی وادی میں رہائش پذیر ہوئے۔ یہاں انھوں نے اپنا اقتدار قائم کیا۔ مقامی لوگ انھیں 'آہوم' کہتے تھے۔

اورنگ زیب کے دَورِ حکومت میں آہوم طویل عرصے تک مغلیہ حکومت سے برسر پیکار رہے۔ مغلوں نے آہوموں کے علاقوں پر حملے کیے۔ گدادھر سنگھ کی قیادت میں آہوم متحد ہوگئے۔ فوج کے کمانڈر لاچھت بڑ پھوکن نے مغلوں کے خلاف سخت جدوجہد کی۔ آہوموں نے مغل فوج کے خلاف گوریلا طریقۂ جنگ استعمال کیا۔ اس جدوجہد کی وجہ سے مغلوں کے لیے آسام میں اپنے اقتدار کو مستحکم بنانا ممکن نہ ہوسکا۔

سکھوں سے لڑائی : سکھوں کے نویں مذہبی رہنما گرو تیغ

بہادر نے اورنگ زیب کے ناقابلِ برداشت مذہبی طرزِ عمل کے خلاف سخت ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا۔ اورنگ زیب نے انھیں قید کر کے ۱۶۷۵ء میں ان کا سر قلم کروادیا۔

گرو گووند سنگھ

ان کے بعد گرو گووند سنگھ سکھوں کے رہنما بنے۔

گرو گووند سنگھ نے اپنے پیروؤں کو متحد کر کے ان کے جنگجویانہ رجحان کو بڑھاوا دیا۔ انھوں نے جنگجو سکھ جوانوں کی ایک جماعت تیار کی جسے 'خالصہ جماعت' کہتے ہیں۔ آنندپور ان کا اہم مرکز تھا۔ اورنگ زیب نے سکھوں کے خلاف اپنی فوج روانہ کی جس نے آنندپور پر حملہ کیا۔ سکھوں نے پرزور مزاحمت کی لیکن ناکام رہے۔ اس کے بعد گرو گووند سنگھ جنوب کی طرف چلے گئے۔ ۱۷۰۸ء میں ناندیڑ کے مقام پر ان پر حملہ ہوا جس کے نتیجے میں ان کا انتقال ہوگیا۔

راجپوتوں سے لڑائی : اکبر نے اپنے دوستانہ رویے کی بنا پر راجپوتوں کا تعاون حاصل کرلیا تھا لیکن اورنگ زیب کو راجپوتوں کا تعاون حاصل نہ ہو پایا۔ مارواڑ کے راجا جسونت سنگھ کی موت کے بعد اورنگ زیب نے اس کی ریاست کو اپنی حکومت میں ضم کرلیا۔ دُرگا داس راٹھوڑ نے راجا جسونت سنگھ کے کمسن بیٹے اجیت سنگھ کو مارواڑ کی گدی پر بٹھا دیا۔ درگا داس نے مغلوں کے خلاف جدوجہد کی۔ دُرگا داس کی مزاحمت کا مقابلہ کرنے کے لیے اورنگ زیب نے شہزادہ اکبر کو مارواڑ روانہ کیا۔ شہزادہ اکبر خود راجپوتوں سے مل گیا اور اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کردی۔ اس بغاوت میں مہاراشٹر کے مراٹھوں سے بھی مدد لینے کی کوشش کی گئی۔ دُرگا داس راٹھوڑ نے مغلوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھی۔

مراٹھوں سے لڑائی : مہاراشٹر میں شیواجی مہاراج کی قیادت میں سوراج کا قیام عمل میں آیا۔ سوراج قائم کرنے میں انھیں دیگر دشمنوں کے علاوہ مغلوں سے بھی جدوجہد کرنا پڑی۔ ان کی موت کے بعد پورا جنوبی بھارت فتح کرنے کے مقصد سے اورنگ زیب دکن میں داخل ہوئے لیکن مراٹھوں نے سخت جدوجہد کی اور اپنی آزادی کی حفاظت کی۔ ہم ان تمام لڑائیوں اور جدوجہد کی تفصیل آئندہ سبق میں معلوم کریں گے۔

مشق

(۱) نام بتایئے :

۱۔ گونڈوَن کی رانی ....
۲۔ اُدے سنگھ کا بیٹا ....
۳۔ مغلیہ حکومت کے بانی ....
۴۔ بہمنی سلطنت کا پہلا سلطان ....
۵۔ گرو گووند سنگھ کی قائم کردہ جماعت ....

(۲) گروہ سے تعلق نہ رکھنے والا لفظ تلاش کیجیے :

۱۔ سلطان محمد ، قطب الدین ایبک ، محمد غوری ، بابر
۲۔ عادل شاہی ، نظام شاہی ، سلطان شاہی ، برید شاہی
۳۔ اکبر ، ہمایوں ، شیر شاہ ، اورنگ زیب

(۳) مختصر جواب لکھیے :

۱۔ وجے نگر اور بہمنی حکومتوں کا عروج کن وجوہات کی بنا پر ہوا؟
۲۔ محمود گاواں نے کون سی اصلاحات کیں؟
۳۔ مغلوں کو آسام میں اپنی حکومت کو مضبوط بنانے میں کیوں مشکل پیش آئی؟

(۴) اپنے الفاظ میں مختصر معلومات دیجیے :

۱۔ کرشن دیورائے
۲۔ چاند بی بی
۳۔ رانی دُرگاوَتی

(۵) وجہ بیان کیجیے:

۱۔ بہمنی سلطنت پانچ حصوں میں بٹ گئی؟

۲۔ رانا سانگا کی فوج کو شکست ہوئی۔

۳۔ رانا پرتاپ تاریخ میں امر ہوگئے۔

۴۔ اورنگ زیب نے گروتیغ بہادر کو قید کر دیا۔

۵۔ راجپوتوں نے مغلوں کے خلاف جنگ کی۔

(۶) زمانی خط کو مکمل کیجیے:

۱۳۳۶ء	....	۱۵۰۹ء	....
وجے نگر حکومت کا قیام	بہمنی سلطنت کا قیام	....	مغلیہ حکومت کا قیام

(۷) انٹرنیٹ کی مدد سے اپنے پسندیدہ کسی ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مندرجہ ذیل چوکون میں تحریر کیجیے۔

مجھے معلوم ہے کہ
____
____
____
____

سرگرمی:

اس سبق میں مذکور کسی شخص کے بارے میں حوالہ جاتی کتب، اخبارات، انٹرنیٹ وغیرہ کی مدد سے اضافی معلومات حاصل کیجیے۔ اپنی سرگرمی بیاض میں تصویری معلومات کا کولاج (کولاژ) تیار کر کے تاریخ کی جماعت میں اس کی نمائش کیجیے۔

***

دیوگری کا قلعہ

۳۔ مذہبی ہم آہنگی

زبان اور مذہب کی رنگا رنگی بھارتی سماج کی اہم خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے ملک کے دستور نے مذہبی ہم آہنگی کے اُصول کو اپنایا ہے۔ عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی سماجی زندگی میں بھی اسی اُصول کی بنیاد پر مذہبی ہم آہنگی قائم کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں بھکتی تحریک، سکھ مذہب اور صوفی فرقے کو اپنے اپنے سماجی گروہوں میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ بھارت کے مختلف علاقوں میں مختلف نظریات کو فروغ حاصل ہوا۔ ان نظریات کے تحت خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ مذہبی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی پر زور دیا گیا۔ ہم اس سبق میں اس تعلق سے مزید معلومات حاصل کریں گے۔

بھارت میں لوگوں کی مذہبی زندگی میں کرم کانڈ (مکافاتِ عمل) اور برہم گیان (خدا کی معرفت) پر خصوصی زور دیا جاتا تھا۔ عہدِ وسطیٰ میں ان دونوں کی جگہ بھکتی (عقیدت) کو اہمیت حاصل ہوگئی۔ اس بھکتی مارگ (راہِ عقیدت) میں حقوق کے امتیاز کو غیر ضروری اہمیت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے مذہبی ہم آہنگی کو مزید تحریک ملی۔ بھارت کے مختلف صوبوں میں مقامی حالات کے مطابق عقیدت پر مبنی مختلف فرقے نظر آتے ہیں۔ ان فرقوں نے روایتی سنسکرت کے بجائے عوامی زبان کا استعمال کیا جس کی وجہ سے ان مذہبی تحریکات نے علاقائی زبانوں کے فروغ میں معاونت کی۔

بھکتی تحریک : مانا جاتا ہے کہ بھکتی تحریک کا آغاز جنوبی بھارت سے ہوا۔ اس علاقے میں نائنار اور الوار جیسی بھکتی تحریکوں کو عروج حاصل ہوا۔ نائنار بھگوان شیو سے عقیدت رکھتے تھے جبکہ الوار بھگوان وشنو کے عقیدت مند تھے۔ یہ تسلیم کرکے کہ شیو اور وشنو دونوں ایک ہی ہیں ان میں یکسانیت بتانے کی کوشش بھی کی گئی۔ بڑی تعداد میں 'ہری ہر' کی مورتیاں بھی تیار کی گئیں جن میں آدھا جسم شیو کا اور آدھا جسم وشنو کا بتایا گیا تھا۔ ان بھکتی تحریکوں میں سماج کے ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ ان تحریکوں نے خدا سے محبت، انسانیت، ترحم، مہربانی جیسی اقدار کی تعلیمات دیں۔ جنوبی بھارت میں رامانُج اور دیگر مذہبی پیشواؤں نے بھکتی تحریکوں کو مضبوطی عطا کی۔ ان کا ماننا تھا کہ خدا سب کے لیے ہے اور وہ کسی بھی طرح کا بھید بھاؤ نہیں کرتا۔ شمالی بھارت میں بھی رامانُج کی تعلیمات کا بہت اثر پڑا۔

شمالی بھارت میں سنت رامانند نے لوگوں کو بھکتی کی اہمیت بتائی۔ سنت کبیر بھکتی تحریک کے ایک نمایاں سنت تھے۔ انھوں نے زیارت گاہوں، ورت، مورتی پوجا وغیرہ جیسی رسموں کو اہمیت نہیں دی۔ انھوں نے سچائی یعنی حق کو ہی خدا مانا۔ 'سب انسان ایک ہیں' کی تعلیم دی۔ ان کے نزدیک فرقہ بندی، مذہبی تفرقہ اور ذات پات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ انھیں ہندو مسلم اتحاد مطلوب تھا۔ اس لیے انھوں نے ان دونوں مذاہب کے شدت پسندوں کو سخت الفاظ میں آڑے ہاتھوں لیا۔

سنت کبیر

بنگال میں چیتنیہ مہاپربھو نے کرشن سے عقیدت (کرشن بھکتی) کی اہمیت بتائی۔ ان کی تعلیمات کی وجہ سے لوگ ذات پات اور فرقوں کی سرحد سے آگے نکل کر بھکتی تحریک میں شامل ہوئے۔ چیتنیہ مہا پربھو کے زیرِ اثر آسام میں شنکر دیو نے کرشن بھکتی کی تبلیغ کی۔ گجرات میں سنت نرسی مہتا مشہور ویشنو سنت ہوگزرے ہیں۔ وہ کرشن کے عقیدت مند تھے۔ انھوں نے مساوات کا درس دیا۔ انھیں گجراتی زبان کا پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔

سنت میرابائی نے کرشن بھکتی کی عظمت بیان کی۔ ان کا تعلق میواڑ کے شاہی خاندان سے تھا۔ انھوں نے شاہی عیش و آرام کو

ٹھکرا کر خود کو کرشن بھکتی میں ڈبو دیا۔ انھوں نے راجستھانی اور گجراتی زبان میں بھکتی شاعری کی۔ ان کے بھکتی گیت عقیدت، صبر و تحمل اور انسانیت کا درس دیتے ہیں۔ سنت روہیداس ایک عظیم سنت تھے۔ انھوں نے مساوات اور اِنسانیت کا پیغام دیا۔ سنت سینا بھی ایک بڑے بااثر سنت ہوگزرے ہیں۔ ہندی ادب کے عظیم شاعر سنت سورداس نے 'سور ساگر' نامی نظم لکھی۔ کرشن سے عقیدت ان کی نظم کا مرکزی موضوع ہے۔ مسلم صوفی سنت رس خان کے لکھے ہوئے کرشن بھکتی پر مبنی گیتوں میں نغمگی ملتی ہے۔ سنت تلسی داس کی لکھی ہوئی 'رام چرت مانس' میں رام بھکتی کا خوب صورت اظہار ملتا ہے۔

کرناٹک میں بسویشور نے لنگایت نظریے کی تبلیغ کی۔ انھوں نے ذات پات کی سخت مخالفت کی اور محنت کشی کی عظمت کو اُجاگر کیا۔ 'کائے کوے کیلاس' ان کے مشہور مواعظ ہیں جس کا مفہوم 'محنت ہی بھگوان شیو کا مسکن ہے' ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی تحریک میں خواتین کو بھی شامل کیا۔ 'انوبھومنڈپ' نامی اجلاس گاہ میں ہونے والی مذہبی بحثوں میں ہر ذات کے مرد و عورت شامل ہونے لگے۔ انھوں نے عوامی زبان کنڑ میں ناصحانہ ادب کے وسیلے سے اپنی تعلیمات کو عام کیا۔ ان کے کاموں کا سماج پر بہت اچھا اثر پڑا۔ بسویشور کے پیروکاروں نے مراٹھی زبان میں بھی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں من متھ سوامی کی تحریر کردہ کتاب 'پرم رہسیہ' مشہور ہے۔ کرناٹک میں پمپ، پرندر داس وغیرہ عظیم سنت ہوگزرے ہیں جنھوں نے کنڑ زبان میں بھکتی پر مبنی شاعری کی۔

شری بَسویشور

مہانو بھاؤ فرقہ : تیرھویں صدی عیسوی میں چکردھر سوامی نے مہاراشٹر میں مہانو بھاؤ فرقے کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ کرشن بھکتی کو عام کرنے والا فرقہ ہے۔ شری گووند پربھو، چکردھر سوامی کے استاد تھے۔ چکردھر سوامی کے شاگردوں میں ہر ذات کے مرد و عورت شامل تھے۔ وہ مساوات کے حامی تھے۔ وہ پورے مہاراشٹر میں گھوم گھوم کر مراٹھی زبان میں لوگوں تک پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ انھوں نے سنسکرت کے بجائے مراٹھی کو ترجیح دی جس کی وجہ سے مراٹھی زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ اس زبان میں بہت سی کتابیں بھی لکھی گئیں۔ مہاراشٹر میں اس فرقے کی تبلیغ خصوصی طور پر ودربھ اور مراٹھواڑہ میں ہوئی۔ ودربھ میں رِدّھی پور اس فرقے کا مرکزی مقام تھا۔ اس کے علاوہ اس فرقے نے پنجاب اور افغانستان جیسے دور دراز علاقوں تک رسائی حاصل کرلی تھی۔

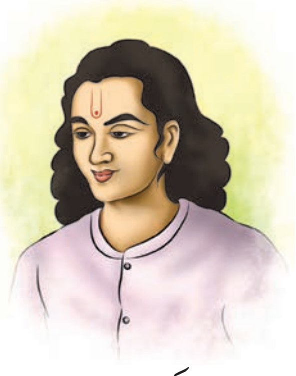

چکردھر سوامی

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہانو بھاؤ فرقے کے پیروکاروں کی کچھ اہم تخلیقات حسب ذیل ہیں : چکردھر سوامی کے کرامات پر مبنی مہائی بھٹ کی کتاب 'لیلا چرتر'، پہلی مراٹھی شاعرہ مہدمبا کی کتاب 'دھوڑے'، کیشو باس کی لکھی ہوئی 'سوتر پاٹھ' اور 'دُرشٹانت پاٹھ'، دامودر پنڈت کی 'وَچھاہرن'، بھاسکر بھٹ بوریکر کی 'شیشو پال وَدھ'، نریندر کی 'رُکمنی سوئمبر'

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہاراشٹر میں سنت ایکناتھ کا لکھا ہوا ہندو اور مسلمانوں کے مابین مکالمہ مذہبی ہم آہنگی کے نقطۂ نظر سے بہت اہم مانا جاتا ہے۔ سنت شیخ محمد کا مشہور وچن (قول) 'شیخ محمد اَوِندھ، تیاچے ہردئی گووِند' ہم آہنگی کی عمدہ مثال ہے۔

گرو نانک :

گرو نانک سکھ مذہب کے بانی اور سکھوں کے اوّلین گرو تھے۔ مذہبی ہم آہنگی کے لیے ان کی کوششیں قابلِ ذکر ہیں۔

انھوں نے ہندو اور مسلم زیارت گاہوں کے دَورے کیے۔ وہ مکّہ بھی گئے۔ یہ بات ان کے ذہن میں آئی کہ عقیدت کا جذبہ ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم تھی کہ سب لوگوں سے یکساں سلوک کرنا چاہیے۔ ہندو اور مسلم میں اتحاد قائم کرنے کے لیے انھوں نے لوگوں کو پیغام دیا۔ اچھے اخلاق و عادات پر کافی زور دیا۔ گرو نانک کی تعلیمات سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے۔ ان کے پیروکاروں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی گئی۔ ان کے پیروکاروں کو 'سکھ' کہا جاتا ہے۔ 'گرو گرنتھ صاحب' سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔ اس کتاب میں خود گرو نانک، سنت نامدیو اور سنت کبیر کی تخلیقات شامل ہیں۔

گرو نانک

گرو نانک کے بعد سکھوں کے مزید نو (۹) گرو ہوئے ہیں۔ گرو گووند سنگھ سکھوں کے دسویں گرو تھے۔ ان کے بعد سکھوں نے گرو گووند سنگھ کی ہدایت کے مطابق 'گرو گرنتھ صاحب' کو ہی اپنا گرو تسلیم کرنا شروع کر دیا۔

صوفی تحریک : صوفی، مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ خدا کو اپنی مخلوق سے بہت محبت ہے۔ صوفیاءِ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ محبت اور عقیدت کے راستے پر چل کر ہی خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔ مخلوقات کے ساتھ محبت سے پیش آنا، مراقبہ کرنا یعنی خدا کی ذات پر غور و فکر کرنا، سادگی سے زندگی بسر کرنا وغیرہ صوفیاءِ کرام کی تعلیمات تھیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ وغیرہ نہایت برگزیدہ صوفی ہو گزرے ہیں۔ صوفی سنتوں کی تعلیمات کی وجہ سے ہندو اور مسلمانوں میں یکجہتی پیدا ہوئی۔ بھارتی موسیقی میں صوفی موسیقی کی روایت نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

عام لوگوں کے لیے سنتوں کے بتائے ہوئے راستے (بھکتی مارگ) پر چلنا بہت آسان تھا۔ تمام مرد و عورت کو بھکتی تحریکوں میں شمولیت کی اجازت تھی۔ سنتوں نے اپنی تعلیمات عام کرنے کے لیے عوامی زبان کا استعمال کیا۔ عوامی زبان کے استعمال کی وجہ سے عام لوگوں کو اس میں اپنائیت محسوس ہوئی۔ بھارتی ثقافت کی تشکیل میں بھکتی تحریک کا بڑا حصہ ہے۔

مشق

(۱) باہمی تعلق تلاش کر کے لکھیے :

۱۔ شری بسویشور : کرناٹک :: میرابائی : ....

۲۔ رامانند : شمالی بھارت :: چیتنیہ مہاپربھو : ....

۳۔ چکردھر : .... :: شنکردیو : ....

(۲) مندرجہ ذیل جدول مکمل کیجیے :

		مبلغ	کتاب
۱۔	بھکتی تحریک	....	....
۲۔	مہانو بھاو فرقہ	....	....
۳۔	سکھ مذہب	....	....

(۳) آ یئے، لکھیں :

۱۔ سنت کبیر بھکتی تحریک کے ایک نمایاں سنت کے طور پر اُبھرے۔

۲۔ سنت بسویشور کے کارناموں کے سماج پر اثرات۔

(۴) مندرجہ ذیل چوکونوں میں سنتوں کے چھپے ہوئے نام تلاش کیجیے :

گ	ر	و	گ	و	و	ن	د	س	ن	گھ
پ	و	ن	ہ	س	و	ر	د	ا	س	گ
چ	ع	س	ن	ت	ک	ب	ی	ر	د	ط
م	ع	ی	ن	ا	ل	د	ی	ن	ا	ق
ب	س	و	ی	ش	و	ر	ج	پ	ب	ر
ا	ص	ف	ن	ث	چ	ک	ر	دھ	ر	ا
س	ی	ش	ن	ک	ر	د	ی	و	م	ح

سرگرمی :

صوفی موسیقی کی روایت سے کوئی گیت حاصل کر کے اسے اپنے اسکول کے ثقافتی پروگرام میں پیش کیجیے۔

***

۴۔ شیواجی مہاراج سے قبل کا مہاراشٹر

سترھویں صدی عیسوی کے آغاز میں مہاراشٹر کے زیادہ تر علاقے احمد نگر کے نظام شاہ اور بیجاپور کے عادل شاہ کے قبضے میں تھے۔ خاندیش میں مغلوں کی آمد ہوچکی تھی۔ جنوب میں اپنی حکومت کو وسعت دینا ان کا مقصد تھا۔ کوکن کے ساحلی علاقوں پر افریقہ سے آئے ہوئے سِدّیوں کی بستیاں تھیں۔ اسی دوران یورپ سے آنے والے پرتگالیوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں (ہالینڈ کے رہنے والے) کے درمیان اقتدار کے لیے رسہ کشی اور بحری مقابلہ آرائی زوروں پر تھی۔ ان میں اپنے کاروبار اور تجارت کے فروغ کے لیے تجارتی منڈیوں پر قبضہ کرنے کی مقابلہ آرائی جاری تھی۔ مغربی ساحل پر واقع گوا اور وسئی پر پہلے ہی پرتگالی قابض تھے۔ دوسری طرف انگریزوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے اپنی تجارتی کمپنیوں کے ذریعے گوداموں کے حصول کے لیے بھارت میں داخلہ حاصل کرلیا تھا۔ یہ تمام حکومتیں ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی کرتیں اور خود کو محفوظ رکھنے کی کوششیں کرتی تھیں۔ ساتھ ہی وہ ممکنہ طور پر اپنی بالادستی قائم کرنے کی فکر میں رہتیں۔ اس رسہ کشی اور مقابلہ آرائی کی وجہ سے مہاراشٹر میں عدم استحکام اور عدم تحفّظ کا ماحول پیدا ہوگیا۔ یورپ سے آنے والے لوگوں کو ان کی ٹوپیوں کی وجہ سے 'ٹوپ کر' کہا جاتا تھا۔

شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد کی عوامی بستیوں، عوام اور حکمرانوں کے درمیان رابطہ کار افسران، بازار، کاریگر وغیرہ کی نوعیت سمجھنے کے لیے گاؤں، موضع، قصبہ اور پرگنہ جیسے جغرافیائی مقامات سے تعارف حاصل کرنا ضروری ہے۔ پرگنہ کئی گاووں کا مجموعہ ہوتا تھا۔ عام طور پر پرگنہ کے صدر مقام کو قصبہ کہا جاتا تھا۔ قصبے سے چھوٹے گاؤں کو موضع کہا جاتا تھا۔ اب ہم ترتیب کے ساتھ گاؤں (موضع)، قصبہ اور پرگنہ کے بارے میں مختصر معلومات حاصل کریں گے۔

گاؤں (موضع) : بہتیرے لوگ گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ گاؤں کو موضع بھی کہا جاتا تھا۔ گاؤں کے مکھیا کو پاٹل کہا جاتا تھا۔ پاٹل کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ گاؤں کے زیادہ سے زیادہ لوگ اپنی زمینوں پر فصل اُگائیں، گاؤں میں جھگڑے اور تنازعے ہوتے تھے لہٰذا گاؤں میں امن قائم رکھنے کی ذمہ داری پاٹل ہی کی ہوتی تھی۔ پاٹل کو اس کے کاموں میں 'کلکرنی' مدد کرتا تھا۔ کلکرنی کا کام تھا جمع شدہ محصول کا اندراج کرنا۔ گاؤں میں مختلف کاریگر ہوا کرتے تھے۔ خاندانی روایت کے مطابق ان کو پیشے سے متعلق حقوق حاصل ہوتے تھے۔ کاریگروں کی خدمات کے عوض انھیں کسانوں سے اناج کی شکل میں کچھ حصہ مل جاتا تھا جسے بلوتے کہتے تھے۔

قصبہ : بڑے گاؤں کو قصبہ کہا جاتا تھا۔ عام طور پر پرگنہ کے صدر مقام کو قصبہ کہا جاتا تھا مثلاً اِنداپور پرگنہ کا صدر مقام اِنداپور قصبہ، وائی پرگنہ کا صدر مقام وائی قصبہ۔ گاؤں کی طرح قصبے کے لوگوں کا اہم پیشہ بھی زراعت ہی ہوتا تھا۔ وہاں بڑھئی، لوہار جیسے ماہر کاریگر بھی ہوا کرتے تھے۔ قصبے سے بازار جڑے ہوتے تھے۔ شیٹے اور مہاجن بازار کے وطن دار کاروباری ہوا کرتے تھے۔ ہر گاؤں میں بازار نہیں ہوتے تھے لیکن گاؤں میں بازار بسانے کی ذمہ داری شیٹے اور مہاجن کی ہوا کرتی تھی جس کے لیے انھیں حکومت سے زمین اور گاؤں والوں کی طرف سے کچھ حقوق ملا کرتے تھے۔ بازاروں کا حساب کتاب دیکھنے کا کام مہاجن کیا کرتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

جیجابائی کے حکم کے مطابق پونہ کے نزدیک پاشان کے مقام پر ایک بازار بسایا گیا۔ اسے جیجاپور کہا جاتا ہے۔ مال پورا، کھیل پورا، پرس پورا، وِٹھاپورا، اس کے علاوہ مالوجی، کھیلوجی، پرسوجی اور وٹھوجی کے نام سے اورنگ آباد میں بسائے گئے نئے بازار ہیں۔ 'کھیڑ' سے جڑے ہوئے 'شیواپور بازار' کو شیواجی نے بسایا تھا۔

یہ بھی جان لیجیے!

ایک ہی نام کے دو گاؤوں کو علیحدہ اور آزاد بتانے کے لیے ان گاؤں کے نام کے آگے 'بزرگ' اور 'خُرد' الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اصل گاؤں کو 'بزرگ' اور نئے گاؤں کو 'خرد' کہا جاتا ہے مثلاً وڈ گاؤں بزرگ اور وڈ گاؤں خرد۔

پرگنہ : پرگنہ کئی گاووں پر مشتمل ہوتا تھا لیکن پرگنہ میں شامل گاووں کی تعداد متعین نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً پونہ پرگنہ بڑا پرگنہ تھا جس میں ۲۹۰ گاؤں تھے وہیں چاکن پرگنہ میں ۶۴ گاؤں تھے۔ شِرَول پرگنہ چھوٹا پرگنہ تھا جو صرف ۴۰ گاؤں پر مشتمل تھا۔ دیشمکھ اور دیشپانڈے پرگنہ کے وطن دار افسر ہوا کرتے تھے۔ دیشمکھ پرگنہ کے پاٹلوں کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ گاؤں کی سطح پر جو کام پاٹل کیا کرتا تھا وہی کام پرگنہ کی سطح پر دیشمکھ کیا کرتا تھا۔ اسی طرح پرگنہ کے تمام کلکرنیوں کا سربراہ دیشپانڈے ہوا کرتا تھا۔ گاؤں کی سطح پر جو کام کلکرنی کرتا تھا وہی کام پرگنہ کی سطح پر دیشپانڈے کرتا تھا۔ یہ وطن دار افسران عوام اور حکمرانوں کے درمیان رابطے کی کڑی ہوا کرتے تھے۔

پرگنہ کے گاووں پر کسی آفت کے آنے یا قحط جیسے حالات پیدا ہونے کی صورت میں حکمرانوں تک عوام کی بات پہنچانے کا کام وطن دار کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی وطن دار اپنے اختیارات کا غلط استعمال بھی کرتے تھے۔ کبھی وہ عوام سے زیادہ پیسا وصول کرتے اور کبھی عوام سے وصول کیے ہوئے پیسے کو حکمرانوں تک پہنچانے میں جان بوجھ کر دیر کرتے۔ اس صورتِ حال سے عوام کو بڑی پریشانی اُٹھانی پڑتی تھی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

وطن عربی زبان کا لفظ ہے۔ مہاراشٹر میں خاندانی روایت کے مطابق مستقل طور پر مصرف میں رہنے والی محصول سے بری زمین کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

قحط کی مصیبت : زراعت بارش پر منحصر ہوتی تھی۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں فصل پیدا نہیں ہوتی تھی۔ نتیجتاً غلہ اور اناج کی قیمتیں بڑھ جاتیں۔ لوگوں کے لیے اناج حاصل کرنا مشکل ہوجاتا۔ جانوروں کو چارا نہیں ملتا تھا۔ پانی کی قلّت ہوجاتی۔ لوگوں کے لیے گاؤں میں رہنا مشکل ہوجاتا اس لیے وہ گاؤں چھوڑ دیتے۔ لوگ نقل مکانی کے لیے مجبور ہوجاتے۔ قحط کو عوام ایک بڑی مصیبت اور آفت خیال کرتے تھے۔

مہاراشٹر میں ایسا ہی ایک بھیانک قحط ۱۶۳۰ء میں پڑا تھا۔ اس قحط سے لوگ بری طرح خوف زدہ ہوگئے۔ اناج کی شدید قلّت ہوگئی۔ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے لوگ خود کو بیچنے کے لیے تیار تھے لیکن کوئی خریدنے والا نہیں ملتا۔ خاندان کے خاندان تباہ ہوگئے۔ مویشی ہلاک ہوگئے۔ زراعت ختم ہوگئی۔ صنعتیں برباد ہوگئیں۔ معاشی معاملات بگڑ گئے۔ لوگ در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوگئے۔ تباہ حال عوامی زندگی کو دوبارہ بحال کرنا ایک بڑا چیلنج تھا۔

وارکری فرقے کی خدمات : ضعیف الاعتقادی اور رسومات کی سماج پر بہت مضبوط گرفت تھی۔ لوگ تقدیر پرستی کی بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ ان کا جوشِ عمل سرد پڑ گیا تھا۔ عوام کی حالت دگرگوں اور بدتر تھی۔ ایسی حالت میں عوام میں بیداری پیدا کرنے کا کام مہاراشٹر کے وارکری فرقے نے انجام دیا۔

مہاراشٹر میں سنت نامدیو، سنت گیانیشور وغیرہ سے شروع ہونے والی سنتوں کی روایت کو سماج کے مختلف طبقات کے سنتوں نے جاری رکھا۔ سنتوں کی اس روایت میں سماج کے مختلف طبقات کے لوگ شامل تھے۔ مثلاً سنت چوکھا میلا، سنت گوروبا، سنت ساؤتا، سنت نرہری، سنت سینا، سنت شیخ محمد وغیرہ۔ اسی طرح سنتوں کی ٹولی میں سنت چوکھوبا کی بیوی سنت سوئرا بائی اور ان کی بہن سنت نرملا بائی، سنت مکتا بائی، سنت جنا بائی، سنت کانہو پاترا، سنت بہنا بائی سیؤرکر جیسی خواتین بھی شامل تھیں۔ پنڈھرپور اس تحریک کا مرکز تھا۔ وِٹھل ان کے بھگوان تھے۔ پنڈھرپور کی چندر بھاگا ندی کے کنارے سنتوں کی یہ ٹولی عقیدت کے سمندر میں غوطے لگاتی۔ وہاں بھجن کیرتن اور لنگر کے توسط سے مساوات کی تبلیغ کی جاتی تھی۔

سنت نام دیو

سنت نامدیو : سنت نامدیو وارکری فرقے کے اہم سنت تھے۔ وہ ایک اعلیٰ منتظم تھے اور عمدگی سے کیرتن گاتے تھے۔ اپنے کیرتنوں کے ذریعے انھوں نے ہر ذات کے مرد و زن کو متحد کر کے ان میں مساوات کے جذبے کو بیدار کیا۔ **'کیرتن کے رنگ میں ڈوب کر ناچیں - ساری دنیا میں علم کے دیپ جلائیں'** یہ اُن کا عہد تھا۔ ان کے ابھنگ بہت مشہور ہیں۔ ان کی تعلیمات نے بہت سے دیگر سنتوں اور عوام پر گہرا اثر ڈالا۔ وہ اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے ہوئے پنجاب تک جا پہنچے تھے۔ ان کے لکھے ہوئے اشعار (پدیں) سکھوں کی مذہبی کتاب 'گروگرنتھ صاحب' میں شامل ہیں۔ انھوں نے بھاگوت مذہب کے پیغام کو گاؤں گاؤں پہنچانے کا کام کیا۔ انھوں نے پنڈھرپور میں وٹھل مندر کے صدر دروازے کے سامنے سنت چوکھا میلا کی سمادھی تعمیر کی۔ یہ ان کا ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔

سنت گیانیشور : سنت گیانیشور کا شمار وارکری فرقے کے اہم سنتوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے سنسکرت کتاب 'بھگود گیتا' کے مطلب کی وضاحت کرنے والی کتاب 'بھاوارتھ دیپکا' یعنی گیانیشوری کی تخلیق کی۔ اسی طرح انھوں نے امرت انوبھو نامی کتاب بھی لکھی۔ انھوں نے اپنی کتابوں اور ابھنگوں کے ذریعے بھکتی مارگ کی اہمیت کو واضح کیا۔ انھوں نے ایسے مذہبی اعمال کی تبلیغ کی جس پر ایک عام انسان بھی عمل کر سکے۔ انھوں نے وارکری فرقے کو مذہبی وقار عطا کیا۔ انتہائی ناسازگار حالات میں زندگی گزارنے کے باوجود انھوں نے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا اور اپنی زندگی میں کبھی تلخی نہیں آنے دی۔ گیانیشوری کا 'پسائدان' اعلیٰ اخلاقی قدروں کا بہترین نمونہ ہے۔ گیانیشور کے بھائی سنت نیورتی ناتھ اور سنت سوپان دیو اور بہن مکتا بائی کی شاعری بھی بہت مشہور ہے۔

سنت گیانیشور

سنت ایکناتھ : سنت ایکناتھ مہاراشٹر کی بھکتی تحریک کے ایک پُر وقار سنت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کا تخلیق کردہ ادب وافر اور مختلف النوع ہے۔ اس میں ابھنگ، گوڑنی، بھاروڑ (لوک گیت / روایتی گیت) وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے نہایت آسان طریقے سے بڑی وضاحت کے ساتھ بھاگوت دھرم کو پیش کیا۔ رامائن کے متن میں رام کتھا کے ذریعے انھوں نے عوامی زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ انھوں نے سنسکرت کتاب بھاگوت کے عقیدت پر مبنی حصے کی مراٹھی میں وضاحت کی ہے۔ ان کے ابھنگوں میں محبت اور اپنائیت کی چاشنی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنے ذاتی سلوک اور رویے کے ذریعے لوگوں کو دِکھایا کہ زندگی کے اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے دنیا ترک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ صحیح معنوں میں عوامی معلم تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ ہماری مراٹھی زبان کسی دوسری زبان سے کم تر نہیں ہے۔ انھوں نے سنسکرت زبان کے پنڈتوں سے سخت لہجے میں پوچھا کہ سنسکرت زبان اگر بھگوان کی زبان ہے تو کیا پراکرت چوروں کی زبان ہے؟ انھوں نے دوسرے مذاہب سے نفرت کرنے والوں پر سخت تنقید کی ہے۔

سنت ایکناتھ

سنت تکارام : سنت تکارام پونہ کے نزدیک دیہو کے رہنے والے تھے۔ ان کے ابھنگ شاندار اور خوشیوں سے پُر ہیں۔ ان کے ابھنگ نہایت اعلیٰ شعری معیار کے حامل ہیں۔ سنت

سنت تکارام

تکارام کی کتاب 'گاتھا' مراٹھی زبان کا انمول ورثہ ہے۔ وہ کچلے ہوئے مظلوموں میں خدا کا جلوہ دیکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں **"جو کچلے ہوئے اور مصیبت کے مارے ہوؤں کو اپناتا ہے وہی صحیح معنوں میں سادھو ہوتا ہے اور یہ جان لیجیے کہ وہیں خدا ہوتا ہے۔"** انھوں نے اپنے نظریات کے پیش نظر لوگوں کو دیے ہوئے قرض کے اپنے تمام کاغذات اندرائنی ندی میں بہا کر کئی خاندانوں کو قرض سے نجات دلائی۔ انھوں نے سماج میں پھیلی ہوئی منافقت اور ضعیف الاعتقادی پر کڑی تنقید کی۔ انھوں نے عقیدت کو اخلاق سے جوڑنے پر زور دیا۔ **"جوڑونیا دھن اُتّم ویوہارے، اداس وچارے ویچ کری"** اس طرح ان کی تعلیمات کو سنسکرت میں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ سماج کے کچھ وہمی اور بدخواہ لوگوں نے سنت تکارام کی عوامی بیداری کی کوششوں کی مخالفت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ سنت تکارام کو بنیادی طور پر ابھنگ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے یہ دلیل دے کر انھوں نے تکارام کی شاعری کی بیاضیں اندرائنی ندی میں غرق کر دیں۔ سنت تکارام نے نہایت صبر کے ساتھ ان کی مخالفت کا جواب دیا۔

سنت تکارام کے شاگرد اور معاونین مختلف ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں کچھ اہم نام ناوجی مالی، گونرشیٹ وانی، سنتاجی جگناڈے، شیوبا کاسار، بہنابائی سیؤرکر، مہادجی پنت کلکرنی وغیرہ ہیں۔

گنگارام پنت موال اور سنتاجی جگناڈے نے سنت تکارام کے ابھنگوں کو تحریر کر کے محفوظ کر دیا۔ ان دونوں کا یہ ایک اہم کارنامہ ہے۔

سنتوں کی خدمات کا ثمرہ : سنتوں نے عوام کو مساوات کا سبق پڑھایا۔ انسانیت اور آدمیت کی تعلیم دی۔ انھوں نے لوگوں کو ایک دوسرے سے محبت کرنا اور یکجہتی کے ساتھ رہنا سکھایا۔ ان کے کارناموں کی وجہ سے عوام میں بیداری اور شعور پیدا ہوا۔ طرح طرح کی قدرتی آفات، قحط و خشک سالی جیسے حالات کے باوجود حوصلہ اور ہمت کے ساتھ زندگی گزارنے کی ان کی تعلیمات کی وجہ سے عوام کو بڑا سہارا ملا۔ ان کے انھی کاموں کی وجہ سے مہاراشٹر کے لوگوں میں خود اعتمادی پیدا ہوئی۔

سماج میں مذہب انحطاط پذیر تھا۔ ایسے وقت سنتوں نے آگے بڑھ کر سماج کو تحفّظ فراہم کیا اور انھیں مذہب کے صحیح مفہوم سے واقف کروایا۔

لوگوں کے بیچ رہ کر ان کے سکھ دکھ معلوم کر کے بھکتی مارگ کی حمایت کی۔ ایسے وقت کچھ شدت پسند لوگوں کی جانب سے ان کی مخالفت کی گئی تو انھوں نے اس مخالفت کو برداشت کرنا بھی اپنی ذمہ داری سمجھا۔ "تکا کہتا ہے وہی سنت ہے جو دنیا کے دیے ہوئے صدموں کو برداشت کرتا ہے۔" ان الفاظ میں تکارام نے سچے سنتوں کی پہچان بیان کی۔

شاستریوں اور پنڈتوں کی نامانوس زبان میں پائے جانے والے مذہب کو سنتوں نے عوامی زبان میں پیش کیا۔ انھوں نے روزمرہ کی زبان میں خدائی پیغام کو پیش کیا اور لوگوں کو بتایا کہ خدا کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ ذات پات اور اونچ نیچ کا گھمنڈ بالائے طاق رکھ کر ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ سمجھا جائے اور اسی تناظر میں لوگوں کو دیکھا جائے۔ ان تمام سنتوں کی خدمات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ بھکتی کرتے ہوئے انھوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی سے منہ نہیں موڑا۔ انھوں نے اپنے کاموں میں خدا کو تلاش کیا۔ **'پیاز، مولی سبزی وِٹھابائی ہے میری'** ان کا یہ قول اگرچہ زراعت سے تعلق رکھتا ہے تب بھی وہ روزمرہ کی زندگی کے دیگر امور میں بھی قابلِ عمل ہے۔ یہاں لفظ 'وِٹھابائی' وِٹھوبا کے لیے کہا گیا ہے۔ سنتوں نے اپنے اپنے کاموں، پیشوں اور ذمہ داریوں کو نباہتے ہوئے بھکتی، مواعظ اور شاعری کی۔ انھوں نے سماج میں اخلاقی ذمہ داری کا احساس پیدا کیا۔

آئیے، بحث کریں

پنڈھرپور کی یاترا کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے مندرجہ ذیل نکات پر بحث کیجیے:

- وارکری فرقے کے لوگ کس مہینے میں پنڈھرپور کی یاترا کے لیے جاتے ہیں؟
- اس یاترا کی منصوبہ بندی کیسے ہوتی ہے؟

رام داس سوامی : رام داس سوامی مراٹھواڑہ کے جامب گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے کم سنی کی عبادت کی اہمیت کو واضح کیا۔ ''مراٹھا تتو کا میڑواوا، مہاراشٹر دھرم واڑھواوا'' ان کا یہ پیغام مشہور ہے۔ انھوں نے داس بودھ، کرونا شٹکے اور مناچے شلوک نامی کتابوں کے ذریعے عوام کو عملی تعلیم کا درس دیا۔ انھوں نے عوامی تحریک اور عوامی تنظیم کی اہمیت اُجاگر کی۔ انھوں نے 'سمرتھ' فرقے کی بنیاد ڈالی۔ 'چاپھل' ان کے فرقے کا مرکز تھا۔ انھوں نے رام اور ہنومان کی پرستش کی تبلیغ کی۔ اپنے نظریات کو پھیلانے کے لیے انھوں نے کئی سفر کیے۔

رام داس سوامی

غلامی میں آزادی کی تحریکیں : شیواجی مہاراج سے قبل مہاراشٹر میں عام طور پر سیاسی، سماجی اور ثقافتی حالات کچھ اس طرح کے تھے۔ اس زمانے میں مہاراشٹر عادل شاہی حکومت کے ماتحت تھا جس کی وجہ سے یہاں آزادی نہیں تھی۔ لیکن کچھ لوگ آزادی کے خواب ضرور دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں میں شاہ جی کا نام سرفہرست تھا۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل جدول مکمل کیجیے :

	گاؤں/موضع	قصبہ	پرگنہ
کسے کہتے ہیں؟	....	....	....
افسر	....	....	....
مثال	....	....	....

(۲) معنی بتایئے :

۱۔ بلوتے - ۲۔ بزرگ - ۳۔ وطن -

(۳) تلاش کرکے لکھیے :

۱۔ کوکن کے ساحل پر افریقہ سے آئے ہوئے لوگ ....
۲۔ 'امرت انوبھو' کے مصنف ....
۳۔ سنت تکارام کا گاؤں ....
۴۔ بھاروڑ کے تخلیق کار ....
۵۔ کم سنی کی عبادت کی اہمیت کو واضح کرنے والے ....
۶۔ خواتین سنتوں کے نام ....

(۴) اپنے الفاظ میں معلومات اور کارنامے لکھیے :

۱۔ سنت نامدیو ۲۔ سنت گیانیشور
۳۔ سنت ایکناتھ ۴۔ سنت تکارام

(۵) قحط کو لوگ ایک بڑی مصیبت کیوں مانتے تھے؟

سرگرمی :

۱۔ وارکری ڈِنڈی یا کسی اچھے مقصد کے لیے نکالے گئے جلوس کی آپ کس طرح مدد کریں گے؟ اس کی منصوبہ بندی کیجیے۔
۲۔ مختلف سنتوں / شاعروں کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کی شاعری پیش کیجیے۔

***